عالمی سیاست اور علّامہ اقبال کی پیشین گوئیاں

تحریر : محمد ندیم صدیقی

امریکہ' یورپ اور معاشی طور پر آسودہ ممالک ایک نئے عہد میں داخل ہو رہے ہیں جسے "عہدِ اطلاع" (Information age) اور مابعد صنعت دَور (Post-industrial era) کا نام دیا گیا ہے۔ مستقبل دان الون ٹوفلر نے اس پیش رفت کو تیسری لہر (Third Wave) کا نام دیا ہے[1]۔ بقول اس کے پہلی لہر نے انسان کو شکار اور غذا کی تلاش میں سرگرداں حیوان کے دائرے سے نکال کر کاشت کار کے درجے تک پہنچایا' جس میں اس نے زمینوں کو آباد اور بستیوں کو بسانا شروع کیا' اور خانہ بدوشی کی زندگی ختم کی۔ پھر دوسری پیش رفت زرعی معاشرے سے صنعتی معاشرے کی طرف ہوئی' جب کارخانے اور بڑے بڑے شہر وجود میں آئے اور مشینی دَور نے رسل و رسائل میں انقلاب پیدا کر کے "صنعتی انقلاب" کی طرح ڈالی۔ اور اب ہم تیسری لہر کے شانے پر ہیں' جو ایک بالکل نئی معاشرت اور نئے طرزِ فکر کو جنم دے رہی ہے۔ وہ آگے رقم طراز ہے کہ اب صنعتی معاشرے کے بجائے "اطلاعی معاشرہ" جنم لے رہا ہے۔ اطلاعات کی جلد اور باسہولت ترسیل آسان سے آسان تر ہوتی جا رہی ہے' اور اس کے ساتھ ہی قومی حدود اور مقامی ثقافتوں کی حد بندیاں شکست و ریخت کے عمل سے دوچار ہوتی جا رہی ہیں' اور وہ ہے "اطلاعی معاشرہ"۔ گویا ایک بالکل نئی دنیا (جہانِ نو) ظہور پذیر ہو رہی ہے' جس کے خدو خال سے ہمارے آباء و اجداد واقف نہ تھے اور اس کا شعور ہمیں بھی رفتہ رفتہ ہی ہو رہا ہے۔

فرانسس فوکویاما' جو ایک جاپانی نژاد امریکی ماہر عمرانیات ہے' دنیا کے اس بدلتے ہوئے موسم پر گہری نظر رکھتا ہے۔ حال ہی میں اس کی تازہ تصنیف "انتشارِ عظیم" (The Great Disruption شائع کردہ : پروفائل بکس لندن' 1999ء) نے ایک

مرتبہ پھر سماجیات' سیاسیات' معاشیات اور بین الاقوامی تعلقات کے علماء کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ جس اطلاعی معاشرے کی ہم بات کررہے ہیں فوکویاما بھی اس کے منصۂ وجود میں آنے سے کچھ پریشان محسوس ہوتا ہے' مگروہ خوداعتماد بھی ہے۔

فوکویاما کے نزدیک "اطلاعی معاشرہ" دو ایسے رجحانات کا سبب بنتا ہے جنہیں آج کے نام نہاد جمہوری دَور میں لوگ بہت اہمیت دیتے ہیں : (یعنی) آزادی اور مساوات۔ فوکویاما آگے چل کر آزادی و مساوات کے نتیجہ میں امریکہ' یورپ اور ترقی یافتہ ممالک میں فرد' خاندان اور معاشرہ میں پیدا ہونے والے انتشار و انحطاط کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "بیسویں صدی کے نصف آخر میں شروع ہونے والی یہ تبدیلیاں تدریجی نہیں بلکہ ڈرامائی انداز کی تھیں (اور ان کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے) اور اگرچہ گزشتہ دوڈھائی صدیوں سے صنعتی انقلاب کے بعد ہی سے سماجی شکست و ریخت کا عمل (جسے اقبال نے ؎

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات!

قرار دیا تھا) محسوس طور پر نظر آنے لگا تھا' تاہم بیسویں صدی کے نصف آخر میں صنعتی ملکوں میں صنعت و حرفت کی ترقی کے ساتھ ساتھ ٹوٹ پھوٹ کا یہ عمل اس تیزی کے ساتھ واقع ہوا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اقدار کی اس شکست و ریخت اور معاشرے کے اس انتشار کو وہ "انتشارِ عظیم"(The Great Disruption) کا نام دیتا ہے۔

فوکویاما کے نزدیک ترقی یافتہ امریکی و یورپی معاشروں' معاشرتی اقدار اور خاندان کے نظام کی تباہی کی بڑی وجہ مادر پدر آزادی و مساوات کا وہ نعرہ ہے جس کے تحت فرد کو ہر طرح کی گھٹن پیدا کرنے والی' غیر ضروری سماجی قیود و حدود سے آزاد ہونا چاہئے۔ مغرب میں 1960ء کے عشرے سے شروع ہونے والے جنسی انقلاب "حریت نسواں" کی تحریک' مرد اور عورت کے لئے جنس کی آزادی کی تحریک اسی "آزادی کے مرض" کی علامتیں ہیں' جن کا نعرہ ہے لاقیود (No limits)[۲]۔ اپنی تازہ تصنیف (1999ء) میں اسے تشویش اس بات پر ہے کہ موجودہ جمہوری نظام آزادی کے نتیجے میں حد سے

متجاوز انفرادیت اور خود غرضانہ رویوں کی طرف لے جا رہا ہے اور اس کے سب سے بڑے مظاہر امریکہ میں نظر آتے ہیں جو سب سے زیادہ "فرد دوست" جمہوریت ہے [۳] ۔ فوکویاما اپنے تجزیہ میں کہتا ہے کہ موجودہ جمہوری نظام میں مذہب کو سیاست سے الگ رکھا گیا ہے۔ اس طرح وجود میں آنے والے سیاسی نظام کے لئے ضروری نہیں کہ لوگ فضائل اخلاق سے متصف ہوں (یعنی اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ہوں)۔ اور انفرادی آزادی' فرد اور انفرادیت پر ضرورت سے زیادہ زور دینے کا نتیجہ اجتماع کے۔ زوال کا باعث بنتا ہے۔ معاشرہ مشترکہ اقدار' اجتماعی ضمیر اور اجتماعی آرزوؤں' امنگوں اور مقاصد سے وجود میں آتا ہے۔ یہ مشترک اقدار جتنے مضبوط ہوں گے معاشرتی بندھن بھی اس قدر مستحکم ہوں گے۔ ماں باپ اور اولاد کا رشتہ جس کے استحکام پر اسلام سب سے زیادہ زور دیتا ہے' مغرب میں بہت کمزور ہو چکا ہے۔ اسی طرح روایتی ازدواجی تعلق کے بجائے "ساتھ رہنے" کا رواج بڑھتا جا رہا ہے [۴] ۔ وہ معاشرہ جو اپنی فنیاتی اور تکنیکی اختراع اور تازہ کاری (Technological innovation) میں "لاقیود" کا نعرہ لگاتا ہے' ذاتی رویوں کی بہت سی صورتوں میں ہر قید و بند سے آزاد ہو جانے کا رجحان رکھتا ہے اور اس کے نتیجے میں مآل کار جرائم میں اضافے' خاندان کی ٹوٹ پھوٹ' والدین کا اپنے بچوں کی ذمہ داریوں سے دست کش ہو جانا' ہم سایوں کی باہمی بے اعتنائی اور عدم دلچسپی اور شہریوں کا عوامی مسائل سے لاتعلق ہو جانا بھی وہ اثرات ہیں جو فی الواقع ہو کر رہتے ہیں [۵] ۔

وہ کہتا ہے کہ سماجی اقدار کی تباہی کے بعد لازمی طور پر ان کی تعمیر نو کا ایک نیا سامان پیدا ہوتا ہے۔ اور اسے اس کے آثار بھی نظر آ رہے ہیں۔ اس کے خیال میں ایسا ہونا لازمی بھی ہے۔ انسان بنیادی طور پر ایک سماجی مخلوق ہے۔ انسانوں کی بنیادی جبلّتیں اور محرکات انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور اس کے لئے کچھ اخلاقی قواعد و ضوابط تشکیل دیں جو انہیں باہم جوڑ کر رکھیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ انسان ایک عاقل مخلوق ہے اور یہ اس کی عقل ہی ہے جو اسے اپنی نوع کے دوسرے افراد سے تعاون کے نت نئے طریقے سمجھاتی اور بجھاتی ہے [۶] ۔ تاہم انسان کو اپنی نجات

کے لئے اپنی عقل، فہم اور تجربات سے ماورا کسی اور مابعد الطبعیاتی یا مذہبی ہدایت اور رہنمائی کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔[۷]

الون ٹوفلر اور فوکویاما کے افکار کا تجزیہ کرنے سے یہ نکات سامنے آتے ہیں :

(۱) دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے جسے تیسرا دور یا تیسری لہر کا نام دیا گیا ہے۔ اس جہانِ نو کو اطلاعی معاشرہ قرار دیا گیا ہے جس میں دنیا سکڑ کر ایک عالمی گاؤں (Global village) بن گئی ہے۔

(۲) تہذیب حاضر زوال کی طرف مائل ہے۔ لاقیود آزادی اور مساوات کا نعرہ مغرب کے سیاسی اور معاشرتی نظام کی تباہی و بربادی کا ذمہ دار ہے۔

(۳) انسان ایک سماجی اور عاقل مخلوق ہے' اس لئے وہ اس بحران سے نکلنے کے لئے اپنی عقل و فہم اور تجربات کو استعمال کرے اور مذہب سے لاتعلق رہے۔

یہ ہمارا احساسِ کمتری ہے کہ مغرب کا کوئی بھی دانشور یا رہنما کوئی بات کہتا ہے تو ہم اسے بڑی توجہ دیتے ہیں اور اس کے افکار و خیالات کو بلا کسی حیل و حجت حرفِ آخر تسلیم کر لیتے ہیں۔ مثلاً فرانس کے مشہور منجم اور شاعر نوسٹراڈیمس (1503ء۔1566ء) کو ہم دنیا کا عظیم ترین منجم تسلیم کرتے ہیں' کیونکہ اس کی حیات میں اس کی بعض پیشین گوئیاں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں تھیں۔ اس نے دنیا کے مستقبل کے بارے میں اپنی پیشین گوئیوں کو اشعار کی شکل میں پیش کیا۔ اس کا یہ مجموعہ کلام یکم مارچ 1555ء کو شائع ہوا۔ حال ہی میں اس کے اشعار میں دنیا کے مستقبل کے بارے میں کی گئی پیشین گوئیوں کو پاکستان سمیت عالمی میڈیا نے بہت اہمیت دی اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ نوسٹراڈیمس ہی دنیا کا عظیم ترین شاعر اور مستقبل دان تھا' باوجودیکہ اس کی کتاب کو شائع ہوئے ساڑھے چار سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے' لیکن کسی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ اس کا اصلی مجموعہ کلام تھا یا نہیں؟ کسی نے اس بارے میں کوئی سند نہیں مانگی' کسی نے نہیں پوچھا کہ اس کی عملی زندگی کتنی پاکیزہ تھی؟ کسی نے یہ سوال نہیں کیا کہ اس کی پیشین گوئیوں کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق معنی و مفہوم دے کر اسے عظیم ترین دانشور اور شاعر بنا کر کیوں پیش کیا جا رہا ہے؟ لیکن اگر کوئی

مسلمان دانشور' شاعر یا اسکالر دنیا کے مستقبل کے بارے میں اپنے خیالات و افکار پیش کرے تو اس پر فوراً انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں اور اسے وہ مقام نہیں دیا جاتا جو مغربی علماء کو بلاچون وچرا دے دیا جاتا ہے۔ اس متعصبانہ رویہ کا اظہار مغربی میڈیا میں شدّت سے نظر آئے گا' لیکن مسلم میڈیا بھی کسی نہ کسی حد تک اس جرم کا مرتکب ہوتا رہا ہے۔

حکیم الامت' شاعر مشرق حضرت ڈاکٹر علامہ شیخ محمد اقبال ایک سچے عاشقِ رسولؐ اور مردِ مؤمن تھے' جس کا اظہار اُن کی عملی زندگی اور افکار سے ہوتا ہے۔ وہ پوری امت کا درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔ اقبال کی عظمت کا اعتراف کرنے والوں میں صالح سوچ رکھنے والے مسلم و غیر مسلم دانشور رہنما' علماء کرام اور اسکالر سب ہی شامل ہیں۔ صدی کی عظیم تحریک اسلامی کے قائد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اقبال کی شخصیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

> "مغربی تعلیم و تربیت کے سمندر میں قدم رکھتے وقت وہ جتنا مسلمان تھا' اس کے منجدھار میں پہنچ کر اس سے زیادہ مسلمان پایا گیا۔ اس کی گہرائیوں میں جتنا اترتا گیا اتنا ہی زیادہ مسلمان ہوتا چلا گیا' یہاں تک کہ اس کی تہہ میں جب پہنچا تو دنیا نے دیکھا کہ وہ جو کچھ سوچتا تھا قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا' جو کچھ دیکھتا تھا قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا۔"

آگے مولانا مودودی رقم طراز ہیں کہ :

> "اقبال کو قرآن مجید کی تلاوت سے خاص شغف تھا' نماز بھی بڑے خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے' مگر چھپ کر۔ ظاہر میں یہی اعلان تھا کہ نرا گفتار کا غازی ہوں۔"(۸)

رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ "مؤمن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" اور اقبال یہ کہتے ہیں کہ ؎

تقدیرِ امم کیا ہے ؟ کوئی کہہ نہیں سکتا
مؤمن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا!

یہ ہماری کوتاہ نظری و بدنصیبی ہے کہ ہم نے اقبال کو وہ مقام و مرتبہ نہیں دیا جس کے

وہ مستحق تھے۔ حد تو یہ ہے کہ پاکستان میں ایک ایسا متعصب طبقہ بھی موجود ہے جو انہیں متنازعہ بنانے میں کسی اخلاقی حدود و قیود سے بے پروا ہو کر اپنا کام کئے جارہا ہے۔ اور بقول اقبال ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
مَیں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

اب مغربی میڈیا الون ٹوفلر اور فرانسس فوکویاما کے افکار و نظریات کا پرچار کر کے انہیں دنیا کے عظیم مستقبل دان کے طور پر پیش کر رہا ہے' لیکن اقبال پر کسی کی نظر نہیں' جس نے اپنے افکار و خیالات اسی صدی میں پیش کئے اور جو اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔

اقبال بانگ درا میں قیامِ یورپ (1905ء۔1908ء) کے دَوران لکھی گئی اپنی نظم میں رقم طراز ہیں کہ ؎

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا' عام دیدارِ یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا!

گزر گیا اب وہ دَور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں میخانہ' ہر کوئی بادہ خوار ہوگا!

اس شعر میں اقبال واضح طور پر آنے والے ایک ایسے دَور کی نشاندہی کر رہے ہیں جس میں کوئی بات پوشیدہ نہ رہ سکے گی' حتیٰ کہ کوئی عاشق جب چاہے گا اپنے محبوب کا دیدار کر سکے گا۔ سیٹلائیٹ' ٹی وی نشریات' ویڈیو ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کا استعمال اقبال کی پیشین گوئی کو حرف بحرف درست ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ موجودہ دَور انفارمیشن سپر ہائی وے کا ہے جس کا مطلب ہے جو چاہے اس ہائی وے پر آئے' دعوت عام ہے' جس چیز کا دیدار کرنا چاہے کرے اور اگر اپنا دیدار کرانا چاہے تو یہ بھی ممکن ہے' یعنی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کا معاملہ بھی کر سکتا ہے۔ انفارمیشن سپر ہائی وے کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کچھ بھی ڈھکا چھپا نہیں' سب کچھ بے حجاب (naked) ہے' کیونکہ یہ شاہراہِ اطلاعات ہے' سرنگ اطلاعات (InformationTunnels) نہیں جو

انتہائی حساس معلومات کو محفوظ رکھنے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔

دوسرے شعر میں اقبال اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جس میں پوری دنیا سمٹ کر ایک چھوٹا سا میخانہ بن جائے گی جو ہر شخص کی دسترس میں ہوگا۔ یعنی جو کام پہلے چھپ کر کیا جاتا تھا آنے والے دور میں مخفی نہیں رہے گا اور برائی کو برائی نہیں سمجھا جائے گا۔ ہر کوئی کسی نہ کسی سطح پر برائی میں ملوث ہوگا۔ یہاں اقبال دنیا کو سمیٹ کر ایک چھوٹا سا میخانہ (Global Bar) بنا رہے ہیں جو واضح طور پر موجودہ اطلاعی معاشرہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ دنیا سمٹ کر ایک چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ (یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ اب دنیا بھر میں جگہ جگہ "انٹرنیٹ کیفے" اور "انٹرنیٹ بار" کھولے جا رہے ہیں جو اقبال کی پیشین گوئی کے عین مطابق ہے) سیٹلائیٹ، ٹی وی نشریات اور انٹرنیٹ کی بدولت دنیا بھر کی تعمیری اور تخریبی معلومات انفارمیشن سپر ہائی وے پر "حالت بے حجابی" (OPEN AND UNSECURE STATE) میں ہر شخص کی دسترس میں ہے۔ اس طرح بقول اقبال اب کسی کو "میخانہ" کی تلاش میں اپنے وطن اور اپنے گھر سے دور جانے کی ضروت نہیں۔ اگر تھوڑا تدبر کیا جائے تو اقبال نے میخانہ کو یہاں ایک استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے جو ہمارے اردو شعراء کرام کا خاصہ رہا ہے۔ حقیقت میں یہاں میخانہ سے یہ مطلب بھی ہے کہ ایسی جگہ جہاں سے کوئی طالب اپنی کوئی ضرورت، خواہش اور طلب پوری کرے۔ یہ طلب علمی بھی ہو سکتی ہے اور مادی بھی، مثبت بھی اور منفی بھی۔ اور جب صورتحال یہ ہو کہ سارا جہاں ہی میخانہ بن جائے تو پھر وہ لوگ جو اب تک اپنی طلب کہیں دور جا کر چھپ کر پوری کر لیا کرتے تھے اب سرعام بلکہ شاہراہِ عام پر کسی بھی جگہ پوری کر سکیں گے۔ اور جب یہ حجاب ہی نہ رہے گا اور آسانی پیدا ہو گی تو "بادہ خواروں" کی تعداد بھی یقیناً بڑھے گی اور "مئے خواری" عام ہو گی۔

اسلامی بلاک اور اقبال

اقبال اُمتِ مسلمہ کی یکجہتی اور اتحاد کے اوّلین اور سب سے بڑے داعی ہیں۔ وہ

کہتے ہیں کہ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر!

اقبال اسلامی بلاک کو سورج' آفتاب اور خورشید سے تشبیہہ دیتے ہیں جو ان کی نظر میں طلوع ہو رہا ہے ؎

کھول آنکھ' زمیں دیکھ' فلک دیکھ' فضا دیکھ!
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ!

بانگ درا میں اقبال فرماتے ہیں کہ ؎

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

بالِ جبریل کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے کہ ؎

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں!
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں!

امریکہ' برطانیہ اور اقبال

اقبال نے اپنے اشعار میں امریکہ کے لئے ستاروں کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ دنیا میں امریکہ ہی وہ واحد ملک ہے جس کے پرچم پر ستاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے جو اس کی ریاستوں کی تعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔ امریکہ کے لئے انہوں نے "ابلیس" کا استعارہ بھی استعمال کیا ہے (ایران میں امریکہ کے لئے "مرگ بر شیطان" کا نعرہ بھی لگایا جاتا ہے)۔ اور برطانیہ کے لئے افرنگ' افرنگی اور ابلیس کے مشیر کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ یہ پیشین گوئی بھی کرتے ہیں کہ اسلامی بلاک [جو دنیا کے نقشہ (globe) پر ایک کمان (arc) کی شکل بناتا ہے اور ابھرتے ہوئے آفتاب کی مانند نظر آتا ہے] کے آثار ظاہر ہونے کے ساتھ ہی عالمی طاقت امریکہ کا زوال (تنک تابی) شروع ہو جائے گا۔ اقبال کہتے ہیں ؎

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی

اسلامی احیاء کی تحریک اُس وقت تک مکمل نہیں ہو گی جب تک پوری دنیا سے ظلمتِ شب ختم نہ ہو جائے۔ اقبال کو اس کا اچھی طرح ادراک ہے۔ وہ مسلمانانِ ہند سے کہتے ہیں کہ برطانوی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ منزل حاصل کر لی، بلکہ ابھی برطانوی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے بعد تجھے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے امریکہ تک جانا ہے ؎

فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مؤمن
قدم اُٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں!

وہ جوانوں (یہاں لفظ "جوانوں" کو پاکستان کی عسکری اصطلاح کے طور پر رائج معنی بھی دیئے جاسکتے ہیں) کی خودی کو یہ کہہ کر بیدار کرتے ہیں کہ ؎

محبّت مجھے اُن جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

؎ ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

اقبال نوجوانوں کو بیدار کرنے کے لئے دعاگو ہیں ؎

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

؎ جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق میری نظر بخش دے

؎ اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

امریکہ اور ابلیس

ضربِ کلیم میں نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں پانچواں مشیر ابلیس سے یوں ہم کلام ہوتا ہے ؂

اے ترے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار
تونے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار!

امّتِ مسلمہ میں بیداری کی لہر اور اسلامی بلاک کا ظہور ہوتے دیکھ کر پانچواں مشیر ابلیس سے یوں گویا ہوتا ہے ؂

چھا گئی آشفتہ ہو کر وسعتِ افلاک پر
جس کو نادانی سے ہم سمجھے تھے اک مشتِ غبار!
فتنۂ فردا کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج ؂
کانپتے ہیں کوہسار و مرغزار و جوئبار!

آخری شعر میں اقبال امریکہ کے واحد سپرپاور ہونے اور دنیا کے یک قطبی (unipoler) ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ کیونکہ اس شعر کے آخری مصرع میں انھوں نے ایک لفظ استعمال کیا ہے "مدار" یعنی وہ راستہ جس پر زمین گردش کرتی ہے۔ کیونکہ دنیا اب فقط امریکی قیادت و سیادت کے گرد گھوم رہی ہے اس لئے اقبال بزبانِ مشیر کہتے ہیں کہ ؂

میرے آقا! وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار!

اقبال نظم "مسجدِ قرطبہ" میں کہتے ہیں ؂

آبِ روانِ کبیر! تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نَو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے

لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

بال جبریل میں علامہ فرماتے ہیں ؎

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے!
نہ ستارے میں ہے' نے گردشِ افلاک میں
تیری تقدیر مرے نالۂ بیباک میں ہے!
کیا عجب! مری نواہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے!

اقبال بانگِ درا کی نظم "تصویرِ درد" میں فرماتے ہیں ؎

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے!
عطا ایسا بیاں مجھ کو ہوا رنگیں بیانوں میں
کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہمزبانوں میں!
اثر یہ بھی ہے اک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں!

حضرت اقبال کے اردو مجموعۂ کلام بانگ درا' ضربِ کلیم اور بالِ جبریل کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ان کا کلام الہامی رنگ و نور میں ڈوبا ہوا ہے۔ تہذیب حاضر کے زوال' جہانِ نو کے پیدا ہونے اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے بارے میں انہوں نے جو پیشین گوئیاں کیں وہ اب حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔ 1930ء میں خطبہ الٰہ آباد میں اقبال برصغیر میں ایک مسلم ریاست (پاکستان) کے قیام کی پیشین گوئی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

"ہندوستان کے شمال مغرب (پنجاب' سندھ' بلوچستان' سرحد) میں ایک آزاد مسلم ریاست کا قیام تقدیر مبرم (DESTINY) ہے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں

ایک موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرہ منور پر جو پردے عرب ملوکیت (ARAB IMPERIALISM) کے دور میں پڑ گئے تھے' انہیں ہٹا کر اصل اسلام (خلافت راشدہ کے نظام) کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔"

اور دنیا نے دیکھا کہ ان کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد موجودہ پاکستان جن علاقوں پر مشتمل ہے وہ علّامہ کی پیشین گوئی کے عین مطابق ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اقبال نے کشمیر کو پاکستان کا حصّہ بنانے کی کبھی بات نہیں کی' البتہ انہوں نے کشمیر کو سکھوں اور ہندوؤں کے تسلط سے آزاد کرنے کے لئے پوری شدت سے آواز اٹھائی ؎

توڑ اُس دستِ جفا کیش کو یارب جس نے
روحِ آزادیٔ کشمیر کو پامال کیا

اسی طرح آزادیٔ کشمیر کے حوالے سے برّعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو اکسایا کہ ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

عالمِ اسلام میں پاکستان کا کردار

پاکستان کا قیام 27 رمضان المبارک (14 اگست 1947) کو عمل میں آیا۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس کی رات کو قرآن میں اللہ تعالٰی نے لیلۃ القدر سے تعبیر کیا۔ اسی رات نزولِ قرآن کا آغاز ہوا۔ اس کے باوجود کہ کیبنٹ مشن نے پاکستان کی آزادی کے لئے 15 اگست اور بھارت کے لئے 14 اگست کا دن مقرر کیا تھا' لیکن ہندو پنڈتوں نے یہ کہہ کر کہ 14 اگست کا دن ان کے زائچے کے مطابق نیک شگون نہیں ہے' اس لئے 15 اگست بھارت کی آزادی کے لئے مقرر کیا جائے۔ اس طرح مشیت ایزدی سے 14 اگست کا مبارک دن پاکستان کی آزادی کے لئے مقرر ہوا۔ اسی طرح پاکستان کا قیام دنیا بھر کے لئے یہ پیغام تھا کہ دنیا میں ایک ایسی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آچکا ہے جو پوری دنیا میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی تکمیل کے لئے قائدانہ کردار ادا کرے گی۔ علم نجوم کی رو سے پاکستان کا ستارہ برج اسد ہے۔ اور اگر موجودہ پاکستان کے نقشہ پر نظر ڈالی

جائے تو اس کی شکل ہو بہو شیر سے ملتی ہے۔ اقبال اس شیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ ؎

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا!

جہاد افغانستان میں پاکستان کے کردار کے نتیجہ میں سوویت یونین دنیا کے نقشہ سے غائب ہو گیا اور بقول اقبال "اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود" کے مصداق سوویت یونین کی خاک سے وسط ایشیا میں آزاد مسلم جمہوریائیں نمودار ہو چکی ہیں۔ وسط ایشیا کے مسلمان جنہیں سوویت یونین کے کیمونسٹ نظام کے آہنی شکنجہ نے بہتّر سال تک اپنی گرفت میں رکھا آزاد ہو چکے ہیں اور اپنے اصل دین کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ تاجکستان، ازبکستان، تاتارستان، آذربائیجان، قازقستان اور شیشان میں احیائے اسلام کی تحریک دن بدن زور پکڑتی جا رہی ہے۔ ستر سال قبل جب سوویت یونین میں کیمونزم کا طوطی بول رہا تھا کوئی یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ وسط ایشیا میں بسنے والے مسلمان دوبارہ اپنے مرکز کی طرف لوٹ آئیں گے۔ لیکن اقبال کی نظر بہت دور تک دیکھ رہی تھی ؎

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی!
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی!

الون ٹوفلر، فرانسس فوکویاما اور اقبال

اقبال کے ان اشعار میں وہی بات کہی گئی ہے جسے اب الون ٹوفلر اور فرانسس فوکویاما پیش کر رہے ہیں۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا!
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا!

بالِ جبریل میں اپنی نظم "زمانہ" میں کہتے ہیں ؎

جو تھا نہیں ہے' جو ہے نہ ہو گا' یہی ہے اک حرفِ محرمانہ!
قریب تر ہے نمود جس کی اُسی کا مشتاق ہے زمانہ!
وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ!
جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا' وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنادیا ہے قمار خانہ!
شفق نہیں مغربی افق پر' یہ جوئے خوں ہے! یہ جوئے خوں ہے!
طلوعِ فردا کا منتظر رہ' کہ دوش و امروز ہے فسانہ!

ضربِ کلیم میں اقبال کہتے ہیں ؎

دلوں میں ولولۂ انقلاب ہے پیدا
قریب آگئی شاید جہانِ پیر کی موت

اسلامی بلاک کی تشکیل میں افغانوں کا کردار

جہاد افغانستان کے نتیجہ میں وسط ایشیاء کی مسلم ریاستوں کو آزادی ملی اور مشرقی یورپ میں کمیونزم کا خاتمہ ہوا اور مسلم ریاستیں بوسنیا اور کوسوو کو خودمختاری ملی۔ کشمیر' شیشان اور وسط ایشیائی ریاستوں میں جہادی قوتوں نے باطل نظام کے خلاف جدّوجُہد کے لئے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کیا اور ایک اسلامی سلطنت کے قیام کی مشترکہ جدّوجہد شروع کی۔ یہ سب کچھ جہادِ افغانستان کا مرہونِ منت ہے' کیونکہ اقبال یہ کہہ گئے تھے ؎

قبائل ہوں ملّت کی وحدت میں گم
کہ ہو نام افغانیوں کا بلند!

مُلّا عمر اور اقبال

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ میرے دل میں یہ مضمون لکھنے کا خیال کیوں آیا تو اس کا جواب اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں۔ یہ اشعار ویسے تو راقم کو گزشتہ ایک عشرہ سے

ازبر ہیں لیکن ان میں موجود لفظ "ملا" کی سمجھ اب آئی ہے۔ لہٰذا جیسے ہی ذہن میں "ملا" اور "فاقہ کش" (واضح رہے کہ امریکہ اور مغربی ممالک کے دباؤ پر اقوامِ متّحدہ نے افغانستان پر ہر قسم کی خوراک کی اور اقتصادی پابندی عائد کی ہوئی ہے) کا خیال واضح ہوا اس مضمون کو لکھنے کا ارادہ کرلیا۔ یہ اشعار اقبال کی نظم "ابلیس کا اپنے فرزندوں سے خطاب" سے لیے گئے ہیں ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد (ﷺ) اس کے بدن سے نکال دو!
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلّا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اقبال کے اشعار میں یہ واحد شعر ہے جس میں "ملا" کو ہیرو بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ اقبال کے نزدیک اُس دور کے ملّا اور مجاہد میں وہی فرق تھا جو کرگس اور شاہین میں ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے کلام میں بالعموم ملا کو ہدفِ ملامت بنایا ہے ؎

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی
اِس دَور کے ملّا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی

اور ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن۔
ملّا کی اذاں اور' مجاہد کی اذاں اور!

بھارتی طیارہ کے اغواء اور رہائی سے قبل طالبان کے خلاف مغربی و پاکستانی میڈیا میں بڑے بڑے مسلم اور غیر مسلم دانشور صحافی یہ پراپیگنڈا کر رہے تھے کہ وہ جدید تعلیم کے دشمن' جاہل اور دقیانوس لوگ ہیں۔ علامہ اقبال اس کا جواب اپنی نظم "او غافل افغان" میں یوں دیتے ہیں ؎

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج
عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان

اقبال اور ایٹمی طاقت کا حصول

اقبال نے دنیا میں سب سے پہلے 1923ء[۹] میں ایٹم کے انشِقاق (FISSION REACTION) کے ذریعے ایٹمی طاقت کے حصول کے بارے میں بالکل واضح طور پر اپنا نظریہ پیش کیا۔ بعد میں امریکی سائنس دانوں نے اسی نظریہ پر عمل کرتے ہوئے ایٹم بم بنایا اور آئن سٹائن نے اپنے نظریہ اضافت کی مساوات E=mc2 کی تصدیق کی جس کے تحت مادہ کو حرارتی توانائی (روشنی) میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور امریکہ نے دوسری جنگ عظیم میں ایشیاء میں ایک ابھرتی ہوئی سپرپاور جاپان پر ایٹم بم گرا کر جنگ جیت لی اور دنیا میں ایک سپرپاور کے طور پر اپنا لوہا منوایا۔ اس لئے پاکستانی یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ امریکہ نے دوسری جنگ عظیم میں کامیابی اور سپرپاور کا مقام فکر اقبال سے استفادہ کر کے حاصل کیا۔ کیونکہ امریکہ نے 1943ء میں MANHATTON PROJECT کے تحت Dr. ROBERTOPPEN HEIMER کی قیادت میں ایٹم بم تیار کرنے والی ٹیم کی بدولت اس منصوبہ میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اس سے قبل 1930ء میں دو امریکی سائنسدانوں (HANHN AND STRASSMAN) نے یورینیم کے ایک ایٹم پر نیوٹران کی بمباری سے انشِقاق کا طریقہ دریافت کیا تھا اور دوسری مرتبہ جہادِ افغانستان کے نتیجہ میں فکر اقبال کی تعبیر پاکستان نے فکرِ اقبال سے اخذ کردہ فلسفہ خودی پر عمل کر کے امریکہ کو دنیا کی واحد سپرپاور کا مقام دلانے اور ایشیا و مشرقی یورپ کی ایک سپرپاور کے خاتمہ میں کلیدی کردار ادا کیا۔ کیونکہ اقبال پوری امت کے شاعر اور حکیم الامت ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو عالمِ اسلام کی واحد ایٹمی طاقت کے اعزاز سے نوازا ہے جو فکر اقبال کی بدولت ہمیں نصیب ہوا۔ لہٰذا اگر اصولی طور پر دیکھا جائے تو ایٹمی طاقت پر سب سے زیادہ حق پاکستان کا ہے، کیونکہ اس طاقت کو طشت از بام کرنے کا سہرا سر اقبال کے سر ہے جو سر تا پیر پاکستانی تھے۔ اس لئے امریکہ سمیت تمام ایٹمی ممالک کو اقبال اور پاکستان کا شکر گزار ہونا چاہئے جس کی بدولت وہ آج ایٹمی طاقت ہیں اور اس سے فائدہ اٹھا کر توانائی کے شعبہ میں خود کفیل ہو گئے ہیں۔

اقبال فرماتے ہیں کہ مادہ (matter) اور روشنی (نور) کی ماہیت (nature)

یکساں ہے' یعنی اگر مادہ کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے (atom) کے مرکزہ (نیو کلیس) جسے اقبال ذرہ (ایٹم) کے دل سے تشبیہ دیتے ہیں' کو عمل انشقاق کے ذریعے سے توڑا جائے تو اس میں سے بھی وہی حرارتی توانائی اور روشنی (لہو) نکلتی ہے جو سورج (خورشید) سے نکلتی ہے۔ یہ دونوں روشنیاں یکساں خصوصیات کی حامل ہیں۔ یہ بات سائنسی طور پر ثابت شدہ ہے کہ سورج کے اندر ہر لحہ عمل انشقاق کی بدولت عمل ایتلاف (FISSION REACTION) جاری ہے جس کے نتیجہ میں ہائیڈروجن کے دو بھاری ایٹم مل کر ہیلیئم کا ایک ایٹم بناتے ہیں جس کے نتیجہ میں بے انتہا حرارتی توانائی خارج ہوتی ہے جو سورج کی روشنی کی شکل میں ہم تک پہنچتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں ؎

حقیقت ایک ہے ہر شے کی' خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

اسی طرح Kinetic Molecular Theory جو یہ بتاتی ہے کہ کائنات کی اکائی ایٹم اور مالیکیول ہمیشہ حالت حرکت میں رہتے ہیں (حتیٰ کہ وہ درجہ حرارت جسے مطلق صفر (absolute zero) یعنی منفی 273 ڈگری سینٹی گریڈ کہا جاتا ہے اور جس پر ہر مادی شے نظریاتی طور اپنا وجود کھو دیتی ہے' یعنی اس کا حجم صفر ہو جاتا ہے' اس درجہ حرارت کے قریب پہنچ کر بھی وہ معمولی ارتعاش کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں) کائنات میں مطلق سکون (absolute rest) کا وجود نہیں۔

آج کے جدید سائنسی دور میں اسی نظریہ کی بدولت دنیا سپر کنڈکٹر بنانے کے قابل ہو سکی' جس کی وجہ سے کسی بھی بجلی اور حرارت کے موصل کی مزاحمت (resistance) جو اس کے ایٹموں اور مالیکیولوں کی حرکت کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہے' اس حرکت کو کم کر کے مزاحمت کو بالکل ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح توانائی کا کم سے کم ضیاع ہوتا ہے۔ جدید فزکس میں حرکیات (THERMO DYNAMICS) کی بنیاد اسی حرکی نظریہ پر ہے۔ اقبال حرکی نظریہ کے بارے میں کہتے ہیں ؎

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات

بانگِ درا میں نظم "چاند اور تارے" میں کہتے ہیں ؎

بیتاب ہے اس جہاں کی ہر شے
کہتے ہیں جسے سکوں، نہیں ہے!

اقبال جدید سائنس کے عالم یا ماہرِ علم نجوم نہیں تھے، لیکن انہوں نے اپنے فلسفۂ خودی پر عمل کرتے ہوئے فلسفہ و ادب اور سائنسی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ وہ مسلمانوں کو بھی یہی پیغام دیتے ہیں کہ ؎

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی!

؎ وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں، جو تری نگاہ میں ہے!

؎ اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی!
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

؎ اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر!

؎ مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے!
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر!

؎ نہ ہے ستارے کی گردش، نہ بازیٔ افلاک
خودی کی موت ہے تیرا زوالِ نعمت و جاہ!

؎ کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی!

اور ہم اپنے مضمون کا اختتام ان اشعار سے کرتے ہیں۔ شاعر مشرق حضرت علامہ ڈاکٹر محمد

اقبال نے بانگِ درا میں کہا تھا ؎

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ!
عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تُو اس خواب کی تعبیر دیکھ!
اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ!
کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں!
آنے والے دَور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!!

حواشی

(۱) آلون ٹوفلر : Third Wave' 1980
(۲) فوکویاما' The Great Disruption ص ۱۳
(۳) فوکویاما' The Great Disruption ص ۱۰
(۴) فوکویاما' The Great Disruption ص ۴۱
(۵) فوکویاما' The Great Disruption ص ۷
(۶) فوکویاما' The Great Disruption ص ۲۷۹۔۲۸۲
(۷) حوالہ : ترجمان القرآن' مارچ ۲۰۰۰ء
(۸) جوہر اقبال ص ۳۷۔۳۹ بحوالہ 'اقبال کامل از مولانا عبد السلام ندوی'' ص ۶۰
(۹) حوالہ تاریخ : اقبال کامل از مولانا عبد السلام ندوی'' ص ۱۲۶

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک نہایت مؤثر اور جامع خطاب

مثیلِ عیسیٰؑ ۔۔۔ علیؓ مرتضیٰؓ

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور' ۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن